© rasailojaraid.com

چودھری یاسین ظفر
(پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

صحافت.....ایک حساس ذمہ داری

صحافت ایک نہایت اہم اور حساس پیشہ ہے۔ اسکی بجا آوری میں ایک صحافی کو پوری امانت اور دیانت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ خصوصاً کسی شخصیت یا ادارے کے بارے میں کوئی خبر یا کالم لکھتے ہوئے پوری تحقیق از حد ضروری ہے۔ اور قانوناً اخلاقاً اور شرعاً جانبین کی بات سنے بغیر کوئی نتیجہ اخذ کر لینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اگر کوئی صحافی خواہ وہ کتنا ہی تجربہ کار معروف مشہور اور مقبول کیوں نہ ہو۔ اسکی یکطرفہ لکھی ہوئی خبر یا کالم کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسی خبر اور کالم کو محض ذاتی عناد تعصب حسد پر مبنی رپوٹ تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسے خبر یا تحقیقی رپوٹ کا نام ہرگز ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔

بدقسمتی سے پوری دنیا میں تمام شعبہ ہائے زندگی میں شدت اور انتہا پسندی نے جگہ بنالی ہے۔ بعض لوگ تو محض مذہب کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں۔ لیکن ہم بجا طور پر یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ انتہا پسندی کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جس میں صحافت بھی شامل ہے۔ آج جو لوگ صحافت کے چمپین بنے ہوئے ہیں۔ ان کے شر سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ جسکی چاہے پگڑی اچھال دیتے ہیں۔ چاہیں تو بدکردار کو ہیرو بنا دیں۔ یہ تمہید اور تفصیل لکھنے کی ضرورت ہمیں اس لیے پیش آئی۔ کہ دس جنوری 2008 کو روزنامہ ایکسپریس میں معروف کالم نگار حمید اختر صاحب نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد پر بڑی کرم نوازی فرمائی۔ انہوں نے فرنٹ لائن دہلی بھارت میں شائع ہونے والے ایک مضمون کو بنیاد بنا کر جامعہ سلفیہ کی طرف کچھ ایسی باتیں منسوب کیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اپنے تبصرے میں حکومت وقت سے شکوہ کیا۔ کہ انہوں نے ایسے مدارس کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اور انکا مواخذہ وغیرہ نہیں کرتی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کالم کی اشاعت کے فورا بعد دیگر حضرات کے علاوہ پرنسپل جامعہ سلفیہ چودھری یلیین ظفر نے بھی موصوف سے رابطہ کیا۔ اور حقیقت حال واضح کی۔ اور انہیں ایک مفصل جوابی خط بھی تحریر کیا۔ جس میں جامعہ سلفیہ کے تعارف کے ساتھ ساتھ جامعہ پر الزام تراشی کا صحیح مدلل اور حقائق کی روشنی میں جواب دیا گیا۔ کالم نگار نے بعض اقتباسات کے ساتھ اپنی معذرت شائع کی۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ زیادہ نہیں تو کم ازکم اسی خط کو ہی من وعن شائع کر دیا جاتا۔ جبکہ ایسا نہ ہو سکا۔ خط کی افادیت کے پیش نظر ہم ذیل میں خط شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

محترمی جناب حمید اختر صاحب

تسلیمات

10 جنوری 2008 روزنامہ ایکسپریس میں آپ کا کالم بعنوان "دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا" شائع ہوا۔ جس میں آپ نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بارے میں کچھ ایسی باتیں منسوب کی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر بے حد افسوس اور دکھ ہوا۔ اور سب سے بڑھ کر اس بات پر حیرت ہوئی کہ آپ جیسا پختہ اور تجربہ کار کالم نگار پروین سوامی کی جھوٹی اور لغو کہانی کو سچ مان لے گا۔ اور اس پر کالم لکھنے کی ضرورت محسوس کرے گا۔ اور حکومت کو بھی لعن طعن کرے گا۔ کہ وہ اب مدرسوں کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کرتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سب سے پہلے ہم اس کالم کی اشاعت پر شدید احتجاج کرتے ہیں۔ اور اس میں لگائے گئے من گھڑت اور فرضی الزامات کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ صحافتی دیانت کا تقاضا تھا کہ آپ پروین سوامی کی یکطرفہ الزام تراشی کو کالم میں شامل کرنے سے پہلے جامعہ سلفیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے یا انتظامیہ جامعہ سے رابطہ قائم کر کے الزامات کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کالم لکھنے کی نوبت نہ آتی۔ مگر افسوس آپ نے ہندو عورت پر اعتماد کیا۔ اور جامعہ سلفیہ صحافتی دہشت گردی کا شکار ہو گیا۔ آپ کے کالم سے جو بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ اور جامعہ سلفیہ کی ساکھ کو جو نقصان پہنچا شاید آپکو اسکا ادراک نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جامعہ سلفیہ کا شمار پاکستان کے صف اول کے دینی اداروں میں ہوتا ہے۔ یہ ایک معتبر اور مثالی تعلیمی دانش گاہ ہے۔ جسکی تاسیس پاکستان کے معروف عالم دین مولانا سید محمد داود غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے 1955 میں رکھی۔ اور پاکستان کے مایہ ناز علماء اور اساتذہ تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔ جامعہ کو اسکے اعلیٰ تعلیمی نصاب اور بہترین انتظامات کی بدولت عالمی شہرت ملی۔ اس کی نیک نامی کی وجہ سے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک سے طلبہ کی بڑی تعداد حصول تعلیم کے لیے جامعہ کا رخ کرنے لگی۔ جن میں افغانستان، بنگلہ دیش۔ افریقہ، اردن، نیپال، سری لنکا اور مالدیپ شامل ہے۔

جامعہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اسکی حسن کارکردگی کو دیکھنے کے لیے دنیا کی ممتاز شخصیات اعلیٰ سرکاری عہدیدار وزراء علماء کرام اور متعدد ممالک کے سفراء اور قونصلر جامعہ میں تشریف لا چکے ہیں۔ جن میں امام کعبہ الشیخ محمد عبداللہ السبّیل، سعودی مجلس شوریٰ کے چیئرمین الشیخ صالح بن عبداللہ، مالدیپ کے وزیر تعلیم زاہر حسین اور وزیر العدل رشید ابراہیم متعدد یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اور حال میں لاہور میں متعین امریکی قونصلیٹ کے پرنسپل آفیسر برائن ڈی ھنٹ شامل ہیں۔

جامعہ کے فضلاء کی بہت بڑی تعداد پاکستان اور دیگر ممالک میں دعوتی، تدریسی، انتظامی اور سرکاری مناصب پر ذمہ داریاں نبھا رہی ہے۔ کسی ایک جگہ سے ان کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہے۔ جامعہ کے فضلاء میں ایسی شخصیات بھی شامل ہیں۔ جن پر پاکستان کو فخر ہے۔ ان میں بطل حریت علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور مفکر اسلام مولانا سید ابوبکر غزنویؒ سابق وائس چانسلر اسلامک یونیورسٹی بہاولپور شامل ہیں۔

اب ان من گھڑت الزامات کی طرف آتے ہیں۔ جن کا تذکرہ آپ نے اپنے کالم میں کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ 1970 سے مالدیپ کے طلبہ کی بڑی تعداد حصول علم کے لیے جامعہ سلفیہ میں داخلہ لیتی رہی ہے۔ اور یہ سلسلہ حکومت پاکستان کی طرف سے غیر ملکی طلبہ کے داخلے پر پابندی تک جاری رہا ہے۔ جامعہ سے مالدیپ کے فارغ التحصیل اور فیض یافتگان کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ ان طلبہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مالدیپ ہی کے ایک نہایت معتبر اور سنیئر عالم دین الشیخ اسمٰعیل محمد صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جو عرصہ 29 سال تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ ان کی نگرانی اور رہنمائی میں یہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہے ہیں۔ اس دوران بار ہا مالدیپ کے اعلیٰ عہدیداران اور بعض وزراء جامعہ میں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور ہمیشہ جامعہ اور طلبہ کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے رہے۔ جامعہ کے بارے میں ان کے تاثرات مہمانوں کی کتاب میں درج ہیں۔ (نقل ہمراہ لف ہیں) اور کبھی کسی نمائندہ یا وزیر کو یہ کہنے کی نوبت نہیں آئی کہ طلبہ پر کڑی نظر رکھی جائے۔ کیونکہ جامعہ کا نظام ہی ایسا ہے کہ کوئی طالب علم دوران تعلیم کسی ایسی سرگرمیوں میں شامل نہیں ہوسکتا جسکی اجازت نہ ہو۔

رہا مسئلہ جامعہ میں دینی تعلیم اور جہاد کی تربیت لازم ملزوم ہے۔ یہ جامعہ پر انتہائی بھونڈا الزام ہے۔ جامعہ خالصتاً تعلیمی ادارہ ہے۔ جہاں اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم اور ٹیوٹا کے زیر اہتمام فنی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ گنجان آبادی میں موجود ہے۔ جہادی تربیت کے لیے یہ جگہ کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے۔ جامعہ کا کسی بھی سیاسی دینی اور جہادی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی استاد یا طالب علم کو اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ کسی سے رابطہ رکھے۔ بلکہ داخلہ کے وقت طالب علم اور اس کے سرپرست سے اسکا اقرار نامہ لیا جاتا ہے (داخلہ فارم اور قواعد وضوابط کی نقل لف ہے)

افغان اور کشمیر جہاد کے عروج پر بھی کسی بدخواہ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ جامعہ سلفیہ پر یہ الزام لگائے۔ اور اسے جہادی تنظیم میں شمار کرے۔ چہ جائیکہ اب حالات یکسر تبدیل ہوگئے ہیں۔ اور اصل جہادی تنظیمیں بھی زیر زمین چلی گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ نے حکومت وقت کو بھی انگیخت کیا ہے۔ کہ دینی مدارس کا موخذاہ کیوں نہیں کرتی اور انہیں کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ کاش یہ لکھنے سے پہلے آپ نے جامعہ کی جھلک دیکھی ہوتی۔

پروین سوامی کا پورا مضمون تو ہماری نظر سے نہیں گزرا لیکن جو باتیں آپ نے نقل کی ہیں اس سے ان کے خبث باطن کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ انہیں جامعہ سلفیہ کے تربیت یافتہ دہشت گرد تو نظر آئے لیکن حکومت میں شامل وہ بیسوں لوگ کیوں نظر نہ آئے۔ جو جامعہ سے فارغ التحصیل اور فیض یافتہ ہیں۔ اور آجکل مالدیپ میں عوامی خدمت پر مامور ہیں۔ مثلاً سابق وزیر العدل ڈاکٹر جمیل احمد سابق اٹارنی جنرل ڈاکٹر حسن سعید، سیکرٹری وزارت مذہبی امور احمد فاروق جو ہفتہ وار خطبہ جمعہ بھی تحریر کرتے ہیں۔ جو بیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت پورے مالدیپ کی مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے۔ نارکوٹیکس کے چیئر مین حسن رشید، ڈاکٹر عبدالمجید ڈائریکٹر سپریم کونسل فار ریلیجنس افیر، محمد رشید ابراہیم ڈائریکٹر عربک سکول، فیاض علی پرنسپل شریعہ اینڈ لا کالج، علی رشید پولیس آفیسر، محمد یوسف فیملی کورٹ کے جج، احمد فائز ہائی کورٹ کے جج اور علاوہ ازیں اکثر جزیروں میں متعین قاضی اور جج صاحبان اور سکولوں میں تدریسی فرائض سرانجام دینے والے اساتذہ کا تعلق اسی جامعہ سلفیہ سے ہے۔ اسی طرح ملبورن یونیورسٹی اسٹریلیا کے شعبہ اسلامیات کے چیئر مین ڈاکٹر عبداللہ سعید کا تعلق بھی مالدیپ سے ہے۔ اور وہ بھی جامعہ کے فیض یافتہ ہیں۔ اس قدر اہم اور کلیدی عہدوں پر کام کرنے والے یہ دہشت گرد کیسے ہوسکتے ہیں؟ ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ انہوں نے جامعہ سلفیہ میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ اور پاکستان میں رہ کر یہاں کے حالات سے آگاہی حاصل کی ہے۔ یہ پاکستان سے دلی محبت کرنے والے لوگ ہیں۔

اور واپس جا کر پاکستان کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ بات انڈین لابی کو ذرا بھی برداشت نہیں ہے۔ اور پروین سوامی کا مضمون اسی پس منظر میں لکھا گیا ہے۔

میں دو مرتبہ مالدیپ جا چکا ہوں۔ پہلے سفر میں مالدیپ کے صدر مامون عبدالقیوم سے ان کے آفس میں ملاقات ہوئی جو ایک گھنٹہ جاری رہی دیگر امور کے علاوہ انہوں نے خصوصی طور پر جامعہ سلفیہ اور ان کی انتظامیہ کی شکریہ ادا کیا۔ جو مالدیپ کے طلبہ کو تعلیمی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اور جامعہ کی حسن کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا۔ مزید عرض ہے کہ پاکستان کے سینئر صحافی اور روزنامہ جنگ کے معروف کالم نگار ارشاد حقانی کچھ مدت پہلے مالدیپ گئے۔ واپسی پر انہوں نے اپنے کالم میں ان لوگوں کا بہت اچھا تذکرہ کیا۔ جو جامعہ سلفیہ سے فارغ ہوکر مالدیپ میں سرکاری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ سلفیہ کا قیام کسی خفیہ مقام پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ فیصل آباد شہر کے اندر واقعہ ہے۔ تمام سرکاری ایجنسیاں جامعہ کے تعلیمی نظام سے واقف ہیں۔ جامعہ کو قائم ہوئے 53 سال ہو چکے ہیں۔ اس پورے عرصہ میں جامعہ کی وجہ سے کوئی واقعہ یا حادثہ رونما نہیں ہوا۔ اور نہ ہی علاقے بھر کے کسی شخص نے اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف کوئی رپوٹ درج کرائی۔اس کے باوجود اگر ایک مکار پاکستان دشمن ہندو عورت نے اس کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ کیا ہے۔تو کم ازکم ہمیں اس کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔اور پوری دیانت داری کے ساتھ اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔بلکہ ان دینی اداروں کو قریب سے دیکھیں۔اور خود مشاہدہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔اگر آپ اس کی ابتداء جامعہ سلفیہ سے کریں تو ہمیں خوشی ہوگی۔روزنامہ ایکسپریس فیصل آباد کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر ظفر ڈوگر صاحب بارہا یہاں تشریف لا چکے ہیں۔ان سے رابطہ کر کے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

بدقسمتی سے آپ کا کالم ایک ایسے وقت میں شائع ہوا جب پاکستان خود دہشت گردی کا شکار ہے۔اور پورا پاکستان بارود خانہ بنا ہوا ہے۔کوئی جگہ محفوظ نہیں ہے۔لیکن افسوس کہ اس تخریب کاری کا ذمہ دار دینی مدارس کو قرار دیا جا رہا ہے۔حالانکہ یہ کاروائی کرنے والا کوئی اور ہے۔ہمیں آپس میں دست وگریبان کرنے کے لیے دشمن نے نہایت آسان طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔آپ حضرات سے التماس اور گذارش ہے کہ اصل مجرموں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔دینی مدارس میں کام کرنے والے تمام لوگ اور طلبہ محب وطن شہری ہیں۔وہ کبھی نہیں چاہتے کہ یہ وطن مشکلات سے دوچار ہو۔انہیں زبردستی اس گروہ میں نہ دھکیلیں۔یہ آپ کے بھائی اور بیٹے ہیں۔ان پر اعتماد کریں۔اور دشمن کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔آخر میں یہ وضاحت کر دوں کہ مالدیپ کے صدر پر حالیہ قاتلانہ حملہ 20 سالہ نوجوان نے کیا ہے۔جو وہاں نویں کلاس کا طالب علم ہے۔اور اس نے آج تک بیرون ملک سفر نہیں کیا۔نیز سابقہ واقعات میں بھی انگلش میڈیم سکول کے طلبہ ملوث پائے گئے۔جسکی تصدیق آپ بھی کر سکتے ہیں

والسلام

محمد یاسین ظفر

پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

☆......☆......☆......☆......☆......☆

© rasailojaraid.com